غزہ میں قیامت اور مسلم اُمہ

ڈاکٹر نجیب الحق ○

۷؍اکتوبر۲۰۲۴ءکوغزہ میں جنگ کا ایک سال ہوا۔اسرائیل بین الاقوامی عدالت انصاف سے نسل کشی کا مرتکب قرار دیا گیا،لیکن وہ اپنے مددگاروں اورفوجی طاقت کے نشے میں ایسا بدمست ہے کہ اخلاق، قانون، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قراردادوں، بین الاقوامی سطح پراس کے خلاف ہونے والے تاریخ کے سب سے بڑے اور مسلسل مظاہروں کی پروا کیے بغیر غزہ میں مسلمانوں پر ناقابلِ بیان مظالم اورنسل کشی کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ۱۶؍اکتوبر ۲۰۲۴ءکوغزہ کی صورتِ حال پر برطانیہ کی درخواست پر سلامتی کونسل کا اجلاس بلایا گیا۔ یہ غزہ پر ایک سال میں سلامتی کونسل کا ۴۷واں اجلاس تھا۔اقوام متحدہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی مسئلے پرایک سال میں اتنے اجلاس ہوئے،لیکن اسرائیل نے کونسل کی تمام قراردادوں کی پروا کیے بغیر غزہ میں قتل عام جاری رکھا ہوا ہے،جس کی واحد وجہ امریکا کی پشت پناہی ہے۔

اسرائیلی اخبار کے ۴ستمبر ۲۰۲۴ءکے شمارے میں شمالی غزہ کے بارے میں اسرائیل کے ایک منصوبے 'جرنیلوں کا پلان' کا باقاعدہ اعلان کیا گیا ہے،جس میں کھل کر کہا گیا کہ میجر جنرل (ریٹائرڈ) گیورا ایلانڈ کی قیادت میں تیارکردہ منصوبے کے مطابق شمال کے پورے علاقے،یعنی پورے غزہ شہر کو ایک مکمل محصور فوجی علاقے میں تبدیل کیا جائے گا اورشمالی غزہ کی پوری آبادی کو ایک ہفتے کے اندر یہ علاقہ فوری طور پر چھوڑنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس منصوبے میں کہا گیا ہے: ''اکتوبر، نومبر، یا دسمبر۲۰۲۴ء یا شاید ابتدائی ۲۰۲۵ء میں اسرائیلی فوج شمالی غزہ میں اس نئی کارروائی کا آغاز کرے گی

○ پروفیسر، پشاور میڈیکل کالج

(یعنی آپریشن کلین اَپ)۔ مکمل محاصرہ سے پہلے پانی، خوراک، اور ایندھن کی تمام فراہمی بند کردی جائے گی، یہاں تک کہ جو لوگ یہاں پر رہ جائیں وہ ہتھیار ڈال دیں یا بھوک سے مر جائیں''۔

اسرائیل کی قومی سلامتی کے وزیر ایتامار بن گویر، وزیر خزانہ بیزل ایل اسموٹریچ اور دیگر نسل پرست وزراء کھل کر اِس کا اعلان کر چکے ہیں اور بااثر اسرائیلیوں نے بھی فوج سے شمالی غزہ میں مکمل نسل کشی کرنے کی اپیل کی ہے۔ پروفیسر اُزی رابی نے جو تل ابیب یونی ورسٹی کے ایک سینئر محقق ہیں، ۱۵ ستمبر کو ایک ریڈیو انٹرویو میں اس پر تفصیل سے بات کی۔ اور اگست میں، Ynet کی ایک رپورٹ کے مطابق، حکومت کے وزراء نے پہلے ہی نیتن یاہو پر شمالی غزہ کے رہائشیوں کا 'صفایا' کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

یہ سطور لکھتے وقت اس منصوبے پر عمل شروع ہو چکا ہے۔ ۶/اکتوبر سے شمالی غزہ کا مکمل محاصرہ کر کے وہاں بلاتخصیص قتل و غارت اور نسل کشی کا سلسلہ تیز تر کر دیا گیا ہے اور بچوں، خواتین، اور نہتے شہریوں کو بے دریغ قتل کیا جا رہا ہے۔

اس ساری صورت حال کے تین پہلو اہم ہیں، جس کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

● **انسانی المیہ:** اکتوبر کی ابتدا تک ۴۲ ہزار سے زیادہ لوگ شہید کیے جا چکے ہیں۔ ان میں ہزاروں بچوں اور عورتوں کے ساتھ ۱۷۴ صحافی بھی شامل ہیں، جب کہ ۱۰ ہزار سے زیادہ لاشیں ابھی تک ملبے تلے دبی ہوئی ہیں اور زخمیوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ سے کہیں زیادہ تک تجاوز کر چکی ہے، جس میں ۶۹ فی صد بچے اور خواتین ہیں۔ بھوک کو نسل کشی کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ معصوم شہریوں کے قتل، ان کو برہنہ کرنے اور ان کو اذیتیں دینے پر صہیونی جس طرح خوشی کا اظہار کرتے اور سیلفیاں بنا کر سوشل میڈیا پر شیئر کر رہے ہیں، اس سے انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ ان مناظر کے نفسیاتی اثرات خود کئی ایسے اسرائیلی فوجیوں کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہیں جن میں انسانیت کی کچھ بھی رمق باقی ہے۔ صہیونی فوجیوں کی ایک بڑی تعداد انتہائی ڈیپریشن کا شکار ہے اور فوج میں خودکشی کی اطلاعات بھی ہیں۔ فوجیوں میں ڈیپریشن کے علاج کے لیے اسرائیل کی 'شومری یسرائیل' نامی تنظیم اپنے 'ہیروز' کے لیے ضروری نفسیاتی علاج پر کام کر رہی ہے۔ اس کے مطابق: ''اسرائیل کے فوجیوں نے حال ہی میں جنگ کے ناقابلِ تصوّر، خوفناک مناظر

دیکھے ہیں۔ ہمارے کئی 'ہیروز' شدید ڈیپریشن (PTSD) کا شکار ہیں۔ ان کی صحت کی بحالی لازم ہے تاکہ وہ اَزسرِنو اپنے گھروں میں والد یا شوہر کا کردار ادا کرسکیں''۔

● **انفرا سٹرکچر کا نقصان:** عرب سنٹر برائے واشنگٹن، الجزیرہ اور اقوام متحدہ کی رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ غزہ میں تقریباً ۸۰ فی صد عمارتیں تباہ ہوچکی ہیں۔ تقریباً ۵ لاکھ ۱۶ ہزار گھر تباہ ہوکر رہائش کے قابل نہیں رہے۔ ۸۴ فی صد ہسپتال اور صحت کی سہولیات ناکارہ ہوچکی ہیں۔ بے شمار اسکول اور مساجد تباہ ہوچکی ہیں۔ اس تباہی کے نتیجے میں تقریباً ۴۲ ملین ٹن ملبہ پڑا ہوا ہے۔ نقصان کا اندازہ کم ازکم ۳۳ بلین ڈالر ہے۔ ۲۵ جولائی ۲۰۲۴ء کو امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے اعلان کیا: ''جب ہم حماس کو شکست دے دیں گے تو اس کے بعد ایک نیا غزہ ابھر سکتا ہے، جو میرے نزدیک ایک غیرعسکری اور غیرانتہا پسند غزہ تو ہوگا، لیکن اسرائیل غزہ میں دوبارہ آبادکاری نہیں ہونے دے گا''۔

● **اسرائیل کو ہتھیاروں کی فراہمی:** اسلحہ فراہم کرنے والے ملکوں نے غزہ کو اپنے اسلحے کے مؤثر استعمال کی 'ٹیسٹنگ لیبارٹری' کے طور پر بھی استعمال کیا ہے۔ غزہ کے چپے چپے پر اکتوبر کی ابتدا تک ۸۵ ہزار ٹن سے زیادہ دھماکا خیز مواد کے برابر بم گرائے جاچکے ہیں۔ یہ مقدار دوسری عالمی جنگ میں جاپان کے شہر ہیروشیما پر گرائے گئے ایٹم بم کی طاقت سے چھ گنا زیادہ ہے۔ امریکا کی طرف سے مارچ ۲۰۲۴ء میں مجموعی منظور شدہ فنڈز ۱۲ء۶ ارب ڈالر، اگست ۲۰۲۴ء میں ۲۰؍ارب ڈالر، اور ستمبر میں اسرائیل کی سکیورٹی کی مد میں مزید ۸ء۷؍ارب ڈالر کے معاہدے کیے گئے ہیں۔

عرب سینٹر برائے واشنگٹن ڈی سی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے: ''مئی تک گرائے جانے والے ۴۵ ہزار بموں میں تقریباً ۹ سے ۱۴ فی صد بم نہیں پھٹے۔ اقوام متحدہ کی مائن ایکشن سروس (UNMAS) نے اندازہ لگایا: ''ان دھماکا خیز باقیات کو صاف کرنے میں کم ازکم ۱۴ سال لگیں گے۔ اس کے علاوہ اسرائیل نے سفید فاسفورس کو بھی بطور ہتھیار استعمال کیا ہے، جو بین الاقوامی انسانی قوانین کے تحت ممنوع ہے''۔

دنیا کی 'مہذب' اور مغرب زدہ طبقوں کے مطابق 'رول ماڈل' اقوام اپنی 'تہذیب' کا غزہ میں عملی اظہار اور برملا اعلان کرچکی ہیں، جس میں تہذیب کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔

بقول پروفیسر انور مسعود:

آج تمھاری خوں خواری پر حیرت ہے حیوانوں کو
تم تو کل تہذیب سکھانے نکلے تھے انسانوں کو
یہ بھی کیسا شوق ہے تم کو شہروں کی بربادی کا
جگہ جگہ آباد کیا ہے تم نے قبرستانوں کو
ہنستے بستے قریے تم نے شعلوں میں کفنائے ہیں
ریت میں دفن کیا ہے تم نے کتنے نخلستانوں کو
زنداں زنداں بھیڑ لگائی بے تقصیر اسیروں کی
مقتل میں تبدیل کیا ہے تم نے پھر زندانوں کو
کتنے ہی معصوم سروں سے تم نے چھاؤں چھینی ہے
کتنا دکھ پہنچایا تم نے ننھی ننھی جانوں کو
اتنے بھی سفاک منافق دنیا نے کب دیکھے تھے
کتوں کا منہ چومنے والے قتل کریں انسانوں کو
ظلم وستم کی خونی شب کا منظر بجھنے والا ہے
اِک عنوان فراہم ہوگا عبرت کے افسانوں کو
باطل کا بے ہنگم غوغا کوئی دم کا مہماں ہے
کوئی شور دبا نہیں سکتا، مست الست اذانوں کو

اسرائیل ٹائمز (۷/اکتوبر ۲۰۲۴ء) کے مطابق: ''اسرائیلی وزیراعظم نے غزہ کی جنگ کا نام 'فولادی تلوار' سے تبدیل کرکے اسے 'احیاء کی جنگ' (War of Revival) رکھنے کی تجویز دی ہے، تاکہ یہ جنگ کے مقاصد کی مثبت عکاسی کرسکے''۔ اس سے پہلے ۲۷ ستمبر کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقریر کے دوران اسرائیلی وزیراعظم نے ایک نقشہ دکھایا، جس میں غزہ اور مغربی کنارے کو اسرائیل کا حصّہ دکھایا گیا تھا۔ اب اسرائیلی وزرا کھلے عام یہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد 'عظیم تر اسرائیل' کا قیام ہے جو موجودہ اسرائیل، اردن، لبنان، شام، عراق اور سعودی عرب کے کچھ علاقے پر مشتمل ہوگا جس میں خیبر اور مدینہ منورہ بھی شامل ہے، جہاں سے انھیں نکالا گیا تھا۔

● **دُنیا کے مستقبل پر اثرات**: 'صرف طاقت کی بنیاد پر حکومت' کے نظریے کی حمایت ایک خطرناک تبدیلی کی عکاسی ہے۔ اسرائیل موجودہ جنگ کو فلسطین سے نکال کر دوسرے پڑوسی ملکوں تک پھیلا چکا ہے، جو عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہورہا ہے، جس سے دنیا تباہی کے کنارے پر پہنچ سکتی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ انصاف پسند اور ذمہ دار عالمی طاقتیں انسانیت، انصاف اور اخلاقیات کے تقاضوں کے مطابق بین الاقوامی تعلقات کے اصولوں پر ازسرِنو غور کریں۔ جنگ کے نئے اصول وضع کیے جائیں اور ان کو نافذ کرنے کا قابلِ عمل طریقۂ کار بنایا جائے۔ انسان نُما درندوں کے زیر اثر مزید نہیں رہا جاسکتا۔ اقتصادی عدم توازن، غربت، اور ماحولیاتی مسائل یقیناً

اہم ہیں، لیکن موجودہ صورتِ حال میں فوری اور اوّلین ترجیح انسان اور انسانیت کا تحفظ ہے۔ اگر ایسا کرنے میں ناکام رہے تو جنگل کا قانون سب کو باری باری اپنی لپیٹ میں لے لے گا، مستقبل سب کے لیے تباہ کن ہوگا۔ اقوام عالم کو آج نئے عالمی نظام اور اتحاد کی ضرورت ہے، جس کی بنیادیں اور فیصلے معاشی برتری یا پستی، نسل، رنگ اور علاقوں کے بجائے عدل وانصاف، اخلاقیات اور انسانیت پر استوار کی جائیں۔ اس کے لیے موجودہ اقوام متحدہ کی انھی بنیادوں پر تشکیلِ نو کی جاسکتی ہے یا ایک اور عالمی اتحاد بنایا جاسکتا ہے۔

● **مسلم حکومتوں کی ذمہ داری:** فلسطین/ بیت المقدس کی تاریخی اور دینی حیثیت مسلمانوں کے لیے بہت اہم ہے۔ واقعۂ معراج کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (بنی اسرائیل ۱۷:۱)

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دُور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اُس نے برکت دی ہے تاکہ اُسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

یہاں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے براہِ راست معراج پر لے جانے کے بجائے پہلے مسجد اقصٰی لے جایا گیا۔

آج مسلمانوں کی حالت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے مصداق ہے جس میں فرمایا گیا: ''قریب ہے کہ (گمراہ) قومیں تمھارے خلاف (لڑنے کے لیے) دوسری قوموں کو بلائیں جس طرح کھانے والے کھانے کے برتن کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں''۔

کسی نے عرض کیا: اس روز ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اس روز تم زیادہ ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہوگے، اللہ تمھارے دشمنوں کے دلوں سے تمھاری ہیبت نکال دے گا اور تمھارے دلوں میں وہن ڈال دے گا''، کسی نے عرض کیا: اللہ کے رسولؐ! وہن کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد)

غزہ، فلسطین کے موجودہ حالات میں وقت کے تعین کے علی الرغم مسلم حکومتوں اورعوام کو قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی ذمہ داری کا نہ صرف علم ہونا چاہیے بلکہ اسے پورا کرنے کی ہرممکن کوشش کرنی چاہیے: سورۃ النساء (آیت ۷۵) میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بےبس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر دبالیے گئے ہیں اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں، اوراپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی ومددگار پیدا کردے۔

اس آیت کے اندر کفار کے نرغے میں آئے تمام مظلوم مسلمانوں کے بارے میں آزاد مسلم حکومتوں اورعوام کو سخت تاکیدی حکم دیا گیا ہے جس کی رُو سے ان پر مظلوم فلسطینی مسلمانوں کی نہ صرف اخلاقی ومالی بلکہ ہرقسم کی مادی مدد بھی فرض ہے۔

اس وقت عالم کفر کی کئی مغربی حکومتیں فلسطین کے مسلمانوں کے خلاف اکٹھی ہوگئی ہیں، لیکن قرآن کی ان واضح ہدایات کے باوجود مسلم ممالک کی حکومتیں آپس میں بٹی ہوئی ہیں بلکہ بعض تو دَرپردہ اسرائیل کے ساتھ ملی ہوئی لگتی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی شرمناک بےحسی اورخاموشی انسانیت اور مسلمانوں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہے، لگتا ہے وہ اصحاب الاخدود کی طرح اس گروہ کا حصّہ ہیں جو آگ میں جلنے والے مومنوں کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

دوسری طرف کچھ مسلمان اپنے حال میں مست صرف دعاؤں، چِلّوں، ذکر کی محفلوں اور خانقاہوں اور مدرسوں کی خدمت کو جہاد کا نعم البدل سمجھ بیٹھے ہیں۔ ربّ ذوالجلال فرماتا ہے:

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی مجاوری کرنے کو اُس شخص کے کام کے برابر ٹھیرالیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور روزِ آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ (التوبہ ۹:۱۹)

سورۂ توبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللہ کے ہاں تو انھی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے اس کی راہ میں گھربار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی کامیاب ہیں۔ اُن کا رب انھیں

اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ (التوبہ ۹: ۲۰-۲۱)

سورۂ توبہ ہی میں اس راستے کی رکاوٹوں کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے:

اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمھارے بیٹے، اور تمھارے بھائی، اور تمھاری بیویاں، اور تمھارے عزیز و اقارب، اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمھارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا'۔ (التوبہ ۹: ۲۴)

قرآن وسنت کے یہ احکام کسی زمانے، علاقے یا قوم تک محدود نہیں ہیں، بلکہ دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو سب مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ یہی امت مسلمہ کا تصور ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''باہمی محبت اور رحم وشفقت میں تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ جب انسان کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے جسم کے تمام اعضا بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں''۔ (صحیح مسلم)

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں اور جسم کے ایک حصّے میں درد ہو تو سارا جسم درد کی وجہ سے بیتاب ہوتا ہے اور درد دُور کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ کیا ہمارا رویہ غزہ/فلسطینی بھائیوں کے بارے میں ایسا ہی ہے؟

ہمیں اپنی استطاعت کے مطابق حتی الوسع غزہ کے مسلمانوں کی ہر ممکن مدد کرنی چاہیے، بحیثیت مسلمان یہ ہماری انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے۔ زکوٰۃ اور صدقہ کا اس سے بہتر استعمال اور کیا ہوسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا: ''صدقہ سے مال میں کمی ہرگز نہیں ہوتی''۔ ہمیں آگے بڑھ کر اس جہاد میں اپنا حصّہ ڈالنا چاہیے۔ حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مشرکین سے جہاد کرو، اپنے مالوں سے، اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔ (ابوداؤد)

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں دعا کی اہمیت بھی نہیں بھولنا چاہیے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا مومن کا ہتھیار ہے''۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے ''دعا ان حوادث ومصائب میں بھی کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، لہٰذا اے اللہ کے بندو! دعا کا اہتمام کیا کرو'' (مشکوٰۃ)۔اس لیے دعا بھی کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق جتنا ہوسکے ہرقسم کا تعاون بھی کریں۔دُعا اور دوا مل جائیں تو اللہ کی نصرت آتی ہے۔

• **عملی اقدامات**: ان حالات میں بنیادی ذمہ داری تو مسلم حکمرانوں کی ہے کہ وہ اخلاقی امداد اور اقوام متحدہ سمیت ہرفورم پر فلسطینیوں کے حق اور اسرائیل کے خلاف آواز اُٹھانے کے ساتھ ساتھ فلسطینیوں سے مادی تعاون بھی کریں، تاکہ وہ صہیونیوں کے مسلسل ظلم کا جواب دے سکیں۔ آئیڈیل طریقہ تو یہی تھا کہ سب مسلم ممالک مل کر اس حکمت عملی پر کام کرتے اور عملی اقدام کرتے۔

البتہ ہر مسلمان کو انفرادی طور اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے، جو اس کے بس میں ہو وہ کرگزرے۔کم ازکم درج ذیل کام ضرور کریں:

• **اخلاقی تعاون**: ہرمسلمان پر غزہ کے مظلوم مسلمانوں کا حق ہے کہ سوشل میڈیا سمیت ہرسطح پر فلسطینیوں کے حق میں اور اسرائیل اور اس کے حواریوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔اس سلسلے میں ہونے والی کسی بھی جدوجہد مثلاً سیمینار، جلسہ، جلوس وغیرہ میں شرکت کریں اور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے بھی آواز بلند کریں۔

• **مالی و مادی امداد**: ہرفرد کم ازکم اپنی حیثیت کے مطابق کسی بھی معتبر ادارے/واسطے کے ذریعے مالی تعاون کرے اور مادی امداد میں بھی اپنا حصّہ ڈالے۔یہ روزمرہ کی ضروریات کا سامان، دوائیاں یا کوئی بھی دوسری چیز ہوسکتی ہے جس کی وقتاً فوقتاً اپیل کی جاتی رہتی ہے۔

• **بائیکاٹ**: ان تمام مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں جن کا مالی فائدہ، رائلٹی یا کسی بھی دوسرے طریقے سے بلاواسطہ یا بالواسطہ صہیونیوں، اسرائیل یا اس کے حواریوں کو پہنچتا ہے۔

• **بیت المقدس کی اسلامی اور تاریخی حقیقت سے آگاہی**: ایک اہم پہلو لوگوں کو بیت المقدس کی اسلامی اور تاریخی حقیقت سے آگاہ کرنا بھی ہے۔مسلمانوں کے لیے اس کی اہمیت کیا ہے؟ اسے خود بھی سمجھیں اور ہرسطح پر اس کو سمجھانے کوشش کریں۔